

ساری تدابیر اختیار کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا
کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:
اللَّهُمَّ خُذْ عَلَيَّ أَسْأَعَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ فَلَا يَرُونَا إِلَّا بَغْتَةً،
وَلَا يَسْمَعُونَنَا إِلَّا فَجْأَةً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش نے وہ عہد اس امر کے لیے توڑا ہے جس کا ارادہ
اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ کے رسول! کیا اس میں بھلائی ہے؟
آپ نے فرمایا: ہاں اس میں بھلائی ہے

آپ کو خُزاعہ کے واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے میں ان کی ہر اس چیز سے حفاظت کروں گا جس سے میں اپنے اہل اور گھروالوں
کی حفاظت کرتا ہوں

آپ نے حضرت ضمہ کو قریش کے پاس بھیجا اور تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے
کے لیے کہا کہ یا تو وہ بنو خُزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں یا بنو نَفَاثہ سے لا تعلقی
کا اظہار کر دیں یا حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے مدینہ آنے سے پہلے صحابہؓ سے فرمایا:
ابوسفیان تمہارے پاس آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے معاہدہ کی تجدید کر دو اور صلح میں اضافہ
کر دو لیکن وہ ناراضگی لے کر واپس جائے گا۔ اس کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی

غزوہ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر معارف بیان

اَلْكَفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ هُوَ چکا ہے، کفار سب ایک مِلّتِ واحدہ بن گئے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اُمّتِ واحدہ بننا پڑے گا تبھی ان کی بچت ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں

حالیہ ایران اسرائیل تنازعہ کے پیش نظر دعاؤں کی تحریک

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13/ جون 2025ء بمطابق 13/ احسان 1404 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾
چند جمعے پہلے

فتح مکہ

کے حوالے سے ابتدائی ذکر کیا تھا آج اس حوالے سے مزید تفصیل بیان کروں گا۔

اس غزوہ کے سبب کے بارے میں

بیان ہوا ہے کہ اس غزوہ کا فوری سبب یہ ہوا کہ قریش نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو حدیبیہ میں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو بڑے تکبرانہ انداز میں کہہ دیا کہ ہم معاہدہ ختم کرتے ہیں اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے مکہ کا رخ کیا۔ ان کی

عہد شکنی کی تفصیل

یوں ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں سے جو چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لے اور جو چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ چنانچہ

بنو بکر اور بنو خزاعہ جو حرم کے ارد گرد آباد تھے ان میں سے بنو خزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور ان کے حریف قبیلے بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور دونوں قبائل آپسی لڑائی سے محفوظ ہو گئے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 661 آرام باغ کراچی)

(فتح مکہ از بائیل صفحہ 90، 111 نفیس اکیڈمی کراچی)

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 445 فریدیہ پبلیشرز ساہیوال)

دورِ جاہلیت میں بنو خزاعہ اور بنو بکر کی لڑائی تھی جس میں بنو بکر نے ایک خزاعی شخص کو قتل کیا اور بنو خزاعہ نے بنو بکر کے تین آدمی حدودِ حرم میں قتل کیے تھے۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ اسی حالت میں تھے یعنی ان کی آپسی لڑائیاں چل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپ نے دعویٰ فرمایا تو لوگ اسلام کے بارے میں مصروف ہو گئے۔ نئی چیز ان کے سامنے آگئی تو اس کے بارے میں باتیں ہونے لگیں اور ایک دوسرے سے رک گئے مگر وہ دلوں میں غیض و غضب چھپائے ہوئے تھے۔ جب شعبان آٹھ ہجری کا مہینہ آیا اور صلح حدیبیہ کو بائیس ماہ گزر چکے تھے تو بنو بکر کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کی یعنی توہین آمیز شعر کہے۔ بنو خزاعہ کے ایک نوجوان نے اس کو گاتے سنا تو اس نے اس شخص کو مارا اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ اس واقعہ پر دونوں قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا جبکہ پہلے سے ہی قبائلی دشمنی چلی آرہی تھی اور عارضی طور پر بند تھی۔ بنو بکر کے جس شخص نے یہ توہین آمیز شعر لکھے تھے وہ بنو بکر کے خاندان بنو نفاثہ کا فرد تھا۔ جب اس شاعر کو بنو خزاعہ کے نوجوان نے زخمی کر دیا تو بنو بکر میں سے بنو نفاثہ نے قریش سے بنو خزاعہ کے خلاف افراد اور اسلحہ کی مدد کی درخواست کی۔

قریش نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھر لی سوائے ابوسفیان کے۔ اس سے نہ یہ مشورہ کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے اس کا علم تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مشورہ کیا گیا تھا مگر اس نے اس کا انکار کر دیا یعنی کہ لڑائی کا انکار کر دیا لیکن اس کے باوجود قریش نے اسلحہ، گھوڑوں اور آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ ان سب نے رازداری کے ساتھ حملہ کیا تا کہ بنو خزاعہ اپنا دفاع نہ کر سکیں۔ بنو خزاعہ معاہدے کی وجہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے تھے اور غافل تھے۔ قریش، بنو بکر اور بنو نفاثہ نے

وَتِير کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ یہ مکہ مکرمہ کا نشیبی علاقہ تھا جو مکہ کے جنوب مغرب میں حدودِ حرم پر مکہ سے سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بنو خزاعہ کے گھر اسی جگہ تھے۔ یہ لوگ جو مخالفین تھے مقررہ وقت پر وہاں ملے۔ قریش کے رؤساء نے بھییں بدلے ہوئے تھے اور نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ ان میں صَفْوَان بن اُمَيَّة، عِکْمَہ بن ابی جہل، حُوَيْطُب بن عبد العُزَّى، شَيْبَہ بن عثمان اور مِکْمَز بن حَفْص تھے۔ ان سب کے ہمراہ ان کے غلام بھی تھے اور بنو بکر کا رئیس نوفل بن معاویہ بھی ساتھ تھا۔ بنو خزاعہ غافل اور مطمئن ہو کر رات کو سوئے ہوئے تھے۔ ان میں زیادہ تر بچے اور خواتین اور کمزور لوگ تھے۔ قریش اور بنو نَفَاثَہ نے ان پر حملہ کیا اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بھاگ کر حدودِ حرم میں پہنچ گئے اور بنو خزاعہ نے بنو بکر کے قائد نوفل بن معاویہ سے کہا: اے نوفل! اب تو ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں تمہیں تمہارے معبود کا واسطہ ہے۔ تو نوفل نے بڑے تکبر سے کہا آج کوئی معبود نہیں اور حرم میں بھی انہوں نے قتل و غارت جاری رکھی۔ بنو بکر نے اس دن بنو خزاعہ کے بیس آدمی قتل کیے۔ بہر حال بعد میں قریش اپنے اس فعل پر شرمندہ بھی ہوئے، پریشان ہوئے۔ انہیں علم تھا کہ ان کے اس فعل سے وہ معاہدہ ٹوٹ گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مابین تھا۔ سُهَیل بن عمرو نے نوفل سے کہا ہم نے تمہارے ساتھ اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جو لوگوں کو قتل کیا ہے تو اسے خوب جانتا ہے۔ تُو نے ان کا قتل عام کیا ہے اور بقیہ لوگوں کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے لیکن ہم اس پر تیری اتباع نہیں کریں گے۔ انہیں چھوڑ دے۔ چنانچہ نوفل نے انہیں چھوڑ دیا اور وہ چلے گئے۔ حَارِث بن ہِشَام اور عبد اللہ بن ابی رَبِیعہ دونوں مل کر صَفْوَان بن اُمَيَّة، سُهَیل بن عمرو اور عِکْمَہ بن ابی جہل کے پاس گئے اور انہیں بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کرنے پر سخت ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ تمہارا تو معاہدہ تھا۔ اور بتایا کہ تم نے جو کام کیا ہے وہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان معاہدے کو توڑنے والا ہے۔

(ماخوذ از بیل الہدی جلد 5 صفحہ 200-201 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(معجم المعالم الجغرافیة فی السیرة النبویة صفحہ 331 دار مکة للنشر والتوزیع 1982ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 102 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(سیرة الحلبيہ جلد 3 صفحہ 103 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فتح مکہ از با شمل صفحہ 98 نفیس اکیڈمی کراچی)

(غزوات النبیؐ از محمد عبد الاحد صفحہ 430 مطبوعہ زاویہ پبلیشرز لاہور)

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 446 فریدیہ پبلیشرز ساہیوال)

حارث بن ہشام ابوسفیان کے پاس آیا اور بتایا کہ قوم نے کیا حرکت کی۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا کہ یہ ایسا واقعہ ہے کہ میں اس میں شریک بھی نہیں ہوں لیکن اس سے بے تعلق بھی نہیں ہوں۔ یہ بہت ہی بُرا ہوا ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب یقیناً ہم سے جنگ کریں گے۔ ابوسفیان نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے میری بیوی ہند نے بتایا ہے کہ اس نے ایک بھیا نک خواب دیکھا ہے۔ اس نے دیکھا کہ حَبُونُ جو کہ وادی مُحَصَّب کی طرف بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے اس کی طرف سے خون کا ایک دریا بہتا ہوا آیا اور خَنْدَمَہ تک پہنچ گیا۔ خَنْدَمَہ منیٰ کے راستے میں مکہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ اور لوگوں نے اس کو ناپسند کیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 103 دار الکتب العلمیہ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 100، 116 زوار اکیڈمی کراچی) یعنی وہ خون بہتا آ رہا ہے اس سے وہ لوگ بڑے ڈر گئے۔ بہر حال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس واقعہ کا جو بنو خزاعہ پر حملہ ہوا تھا

کشفی طور پر علم اللہ تعالیٰ نے دیا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس رات بسر کی۔ آپؐ نماز کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھے۔ آپؐ وضو کی جگہ پر تھے کہ میں نے سنا کہ آپؐ نے تین بار لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ کہا یعنی میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ اور پھر تین بار ہی نُصِرْتُ نُصِرْتُ نُصِرْتُ بھی کہا یعنی تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی۔ جب آپؐ وضو کر کے تشریف لائے تو کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سنا کہ آپؐ نے تین بار لَبَّيْكَ کہا اور تین بار ہی نُصِرْتُ کہا۔ کیا آپؐ کے پاس کوئی شخص تھا جس سے آپؐ باتیں کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: بنو کعب بنو خزاعہ کی ایک شاخ کا ایک شخص تھا جو بنو بکر کے خلاف رجز یہ شعر کہتے ہوئے مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ یہ کشفی رنگ تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر بن وائل کی مدد کی ہے۔ حضرت میمونہ بیان کرتی ہیں کہ تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

يَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُّحَمَّدًا

حَلَفَ آبِينَا وَ آبِيهِ الْأَثَلَدَا

اے میرے رب! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے قدیم آباء اور ان کے آباء کے درمیان ہوا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس رات کی صبح کو جس رات بنو نَفَاثَہ اور بنو خُزَاعَہ کا واقعہ و تیر مقام پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! خُزَاعَہ میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا قریش اس عہد کو توڑنے کی جرأت کریں گے جو آپ اور ان کے مابین ہے جبکہ جنگوں نے انہیں پہلے ہی فنا کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے وہ عہد اس امر کے لیے توڑا ہے جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ کے رسول! کیا اس میں بھلائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس میں بھلائی ہے۔

یعنی یہ تو اللہ کی مرضی تھی وہ عہد توڑیں اور پھر آگے ان کو اس کی سزا ملے۔

(ماخوذ از سبل الہدی جلد 5 صفحہ 201-202 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(شرح علامہ زرقانی جلد 3 صفحہ 380، 381 دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا ہے۔ اپنے انداز میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میری باری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں سو رہے تھے۔ جب آپ تہجد کے لیے اٹھے تو آپ وضو فرماتے ہوئے بولے اور مجھے آواز آئی کہ آپ فرما رہے ہیں لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: نُصِمَتْ نُصِمَتْ نُصِمَتْ۔ وہ کہتی ہیں جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی آیا تھا جس سے آپ باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں میرے سامنے کشفی طور پر خُزَاعَہ کا ایک وفد پیش ہوا اور وہ شور مچاتے چلے جا رہے تھے کہ ہم محمدؐ کو اس کے خدا کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ اور تیرے باپ دادوں کے ساتھ ہم نے معاہدے کیے تھے اور ہم تیری مدد کرتے چلے آئے ہیں مگر قریش نے ہمارے ساتھ بد عہدی کی اور رات کے وقت ہم پر حملہ کر کے جبکہ ہم میں سے کوئی سجدے میں تھا اور کوئی رکوع میں ہم کو قتل کر دیا اب ہم تیری مدد حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔ غرض میں نے دیکھا یعنی آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ خُزاعہ کا آدمی کھڑا ہے۔ جب کشفی طور پر وہ آدمی مجھے نظر آیا تو میں نے کہا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ۔ یعنی میں تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں۔ تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا نَصْرَتَ نَصْرَتَ نَصْرَتَ یعنی تمہاری مدد کی جائے گی۔ یہ بھی تین دفعہ کہا۔ پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی دن صبح کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا: خُزاعہ کے ساتھ ایک خطرناک واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ خُزاعہ کے ساتھ خطرناک واقعہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ مکہ کی سرحد پر ہیں اور مکہ والے جن کا بنو بکر کے ساتھ معاہدہ ہے وہ خُزاعہ پر حملہ کر دیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی قسموں کے بعد قریش معاہدہ توڑ دیں اور وہ خُزاعہ پر حملہ کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت وہ اس معاہدہ کو توڑ رہے ہیں۔ اور وہ حکمت یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حملے کی اجازت نہیں تھی اور معاہدہ ٹوٹنے سے اجازت مل گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ نتیجہ اچھا ہی نکلے گا۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 251 تا 252)

اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ بنو بکر اور قریش کی اس ظالمانہ کارروائی کے بعد عمرو بن سالم بنو خُزاعہ کے چالیس سواروں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے کے لیے نکلا۔ خُزاعہ قبیلے کا رئیس بُدَیل بن وَدْعَاء خُزَاعِی بھی اس جماعت کے ساتھ تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل بتائی کہ انہیں کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور قریش نے کس طرح ان کے خلاف اسلحہ، آدمی اور گھوڑوں سے بنو بکر کی مدد کی ہے اور کس طرح صفوان، عکرمہ اور قریش کے دیگر رؤساء نے اس قتل عام میں شرکت کی ہے۔ اس وقت آپ مسجد میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو عمرو بن سالم خُزاعہ کا سردار کھڑا ہوا تو اس نے چند اشعار پڑھ کر مدد طلب کی جن میں سے ایک شعر یہ بھی تھا کہ

يَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُّحَمَّدًا
حَلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَثَلَدَا

اے میرے رب! میں محمد کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے آباء اور ان کے آباء کے درمیان

ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن سالم تیری مدد کی جائے گی۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 202-203 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(سیرت الجلبیہ جلد 3 صفحہ 103 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 56 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب بنو خزاعہ کا کارواں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے خیال میں یہ ظلم کس نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بنو بکر نے۔ آپ نے فرمایا: کیا سارے بنو بکر نے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بنو نضائہ نے جن کا سردار نوفل بن معاویہ ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بنو بکر کا ہی ایک قبیلہ ہے۔ چنانچہ بنو خزاعہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری باتیں بتادیں تو آپ نے فرمایا علیحدہ علیحدہ ہو کر واپس چلے جاؤ۔ اب تمہاری واپسی ہے تو قافلے کی صورت میں اکٹھے نہ جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ جانا۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آپ سے ملاقات کر کے آرہے ہیں۔ اس معاملے کو خفیہ رکھا۔ چنانچہ بنو خزاعہ علیحدہ علیحدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ راستے میں ساحل سمندر کی طرف ہو لیے اور بُدیل بن وَرْقَاء سمیت بعض لوگ عام راستے سے گئے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ بنو کعب یعنی خزاعہ کے معاملے کی وجہ سے بہت غصہ میں آگئے۔ میں نے آپ کو اتنے شدید غصہ میں کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

آپ کو خزاعہ کے واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان کی ہر اس چیز سے حفاظت کروں گا جس سے میں اپنے اہل اور گھروالوں کی حفاظت کرتا ہوں۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 204، 203 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(سیرت الجلبیہ جلد 3 صفحہ 104 دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس غزوے کی تفصیل حضرت مصلح موعودؑ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ اپنے انداز میں فرماتے ہیں کہ ”آٹھویں سنہ ہجری کے رمضان کے مہینہ... میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری جنگ کے لیے روانہ ہوئے جس نے عرب میں اسلام کو قائم کر دیا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ عرب قبائل میں سے جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور جو چاہیں محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائیں اور یہ کہ دس سال تک دونوں فریق کو ایک دوسرے کے خلاف جنگ کی اجازت نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کر کے معاہدہ کو توڑ دے۔ اس معاہدہ کے ماتحت عرب کا قبیلہ بنو بکر مکہ والوں کے ساتھ ملا تھا اور خزاعہ قبیلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ “مل گیا۔” کفار عرب معاہدہ کی پابندی کا خیال کم ہی رکھتے تھے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ چنانچہ بنو بکر کو چونکہ قبیلہ خزاعہ کے ساتھ پرانا اختلاف تھا، صلح حدیبیہ پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے مکہ والوں سے مشورہ کیا کہ خزاعہ تو معاہدہ کی وجہ سے بالکل مطمئن ہیں۔ اب موقع ہے کہ ہم لوگ ان سے بدلہ لیں۔ چنانچہ مکہ کے قریش اور بنو بکر نے مل کر رات کو بنی خزاعہ پر چھاپا مارا اور ان کے بہت سے آدمی مار دیے۔ خزاعہ کو جب معلوم ہوا کہ قریش نے بنو بکر سے مل کر یہ حملہ کیا ہے تو انہوں نے اس عہد شکنی کی اطلاع دینے کے لیے چالیس آدمی تیز اونٹوں پر فوراً مدینہ کو روانہ کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ باہمی معاہدہ کی رو سے اب آپ کا فرض ہے کہ ہمارا بدلہ لیں اور مکہ پر چڑھائی کریں۔ جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا: تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ میں اپنے معاہدہ پر قائم ہوں“ اور فرمایا کہ ”یہ بادل جو سامنے برس رہا ہے۔ (اس وقت بارش ہو رہی تھی) جس طرح اس میں سے بارش ہو رہی ہے اسی طرح جلدی ہی تمہاری مدد کے لیے اسلامی فوجیں پہنچ جائیں گی۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 336-337)

ایک روایت کے مطابق

آپ نے حضرت ضمیرہؓ کو قریش کے پاس بھیجا اور تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا کہ یا تو وہ بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں یا بنو نفاثہ سے لا تعلقی کا اظہار کر دیں یا حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دیں۔

یہ تین باتیں ہیں۔ حضرت ضمیرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے طور پر ان کے پاس گئے۔ مسجد حرام کے دروازے کے پاس اونٹنی بٹھائی اور اندر چلے گئے۔ قریش اپنی اپنی جگہوں پر تھے۔ حضرت ضمیرہؓ نے انہیں بتایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا پیغام دیا۔ قرظہ بن عبد عمرو نے کہا کہ اگر ہم بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دے دیں گے تو ہمارے پاس نہ اناج رہے گا اور نہ ہی مویشی رہیں گے کیونکہ اتنے لوگوں کی دیت ادا کرنا ایک بھاری رقم کو چاہتا ہے۔ جہاں تک بنو نضائہ سے لاطعلق کا تعلق ہے تو اہل عرب کا کوئی قبیلہ نہیں جو ان کی طرح بیت اللہ کی تعظیم کرتا ہو۔ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ ہم ان کی دوستی سے براءت کا اعلان نہیں کریں گے۔ ہم اس سے علیحدہ نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے پاس کچھ موجود ہے۔ ہاں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔ اس نے کہہ دیا ہم جنگ کریں گے۔ اس لیے ہم معاہدے ہی کو ختم کر دیتے ہیں یعنی حدیبیہ کا معاہدہ۔ حضرت ضمیرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے اور قریش کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا۔ بہر حال بعد میں قریش کو اپنے کیے پر پچھتاوا ہوا اور انہوں نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔

(سبل الہدی جلد 5 صفحہ 204-205 دار الکتب العلمیہ بیروت)
(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 111 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس کے آنے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بتا دیا تھا کہ ابوسفیان آ رہا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے مطابق لوگوں کو بتایا تھا۔

چنانچہ ابوسفیان کی تجدید صلح کے لیے آمد

ہوئی۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے مدینہ آنے سے پہلے صحابہؓ سے فرمایا:
ابوسفیان تمہارے پاس آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے معاہدہ کی تجدید کر دو اور صلح میں اضافہ کر دو لیکن وہ ناراضگی لے کر واپس جائے گا۔ اس کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ ابوسفیان کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ اس امر میں صلح کرنا ناگزیر ہے۔ اگر یہ معاملہ حل نہ ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت تم پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ ابوسفیان اور اس کا غلام دو اونٹنیوں پر روانہ ہوئے۔ وہ جلدی جلدی چلا اور مدینہ پہنچا۔ وہ سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس آیا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ابوسفیان نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھے مگر حضرت ام حبیبہؓ نے

بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: اے میری بیٹی! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں؟
حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ آپ ایک مشرک اور
ناپاک شخص ہیں۔ میں پسند نہیں کرتی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔
اس نے کہا کہ اے میری بیٹی!۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے میری بیٹی! میرے بعد تمہیں شر نے آلیا ہے۔
ام حبیبہؓ نے کہا نہیں بلکہ اللہ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے اور

اے میرے باپ! آپ قریش کے رئیس اور سردار ہیں۔

آپ سے قبول اسلام میں تاخیر کیسے ہو سکتی ہے؟

انہوں نے ان کو تبلیغ کی۔ آپ بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔
ابوسفیان وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ آپ اس وقت مسجد میں
تھے۔ اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا۔ آپ اس معاہدہ
کی تجدید کر دیں اور ہمارے لیے مدت کو بڑھا دیں۔ آپ نے فرمایا: ابوسفیان! کیا تو صرف اس لیے
آیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری طرف سے کوئی بات ہوئی ہے؟
اس نے کہا: اللہ کی پناہ! ہم اپنی صلح حدیبیہ کے معاہدے پر برقرار ہیں۔ غلط بیانی کی اس نے۔ ہم نے
اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی اپنے معاہدہ اور صلح پر برقرار ہیں۔
ہم نے بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ہمارا معاہدہ ہوا تھا ٹھیک ہے۔ ہم نے بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ابوسفیان
اپنی بات دہراتا رہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس
گیا۔ ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو یا اپنی طرف سے لوگوں میں پناہ کا اعلان کر دو۔
حضرت ابوبکرؓ نے کہا میری پناہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ ابوسفیان پھر حضرت عمرؓ کے پاس
آیا اور اسی طرح گفتگو کی جس طرح کی گفتگو حضرت ابوبکرؓ سے کی تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے پاس گیا۔
ان سے کہا: لوگوں میں تم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ صلح کی مدت میں اضافہ کر دو اور
معاہدے کی تجدید کر دو۔ تمہارا ساتھ تھا تمہاری بات کو نہیں ٹالے گا۔ انہوں نے کہا میری پناہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ پھر وہ وہاں سے ناکام ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس گیا اور کہا: اے علی! تم

رشتہ داری میں میرے سب سے قریبی ہو۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں لیکن خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہتا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میری سفارش کرو۔ انہوں نے کہا ابوسفیان تیرے لیے ہلاکت۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا تیرے لیے ہلاکت۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا عزم کر لیں تو ہم میں استطاعت نہیں کہ ہم آپ سے اس پر گفتگو کر سکیں۔ پھر ہماری کوئی طاقت نہیں۔ اس نے حضرت علیؓ سے کہا: اے علی! معاملات مجھ پر شدت اختیار کر گئے ہیں مجھے کوئی مشورہ دو۔ حضرت علیؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو تجھے فائدہ دے سکے لیکن تم بنو کِنَانہ کے رئیس ہو۔ اٹھو اور لوگوں کے مابین پناہ کا اعلان کرو۔ پھر اپنے شہر لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان مسجد نبوی میں گیا اور کہا: اے لوگو! میں نے لوگوں میں امن کا اعلان کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے تم میرے عہد کو نہیں توڑو گے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! میں نے لوگوں کے درمیان امن کا اعلان کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو حنظلہ! یہ صرف تو ہی کہہ رہا ہے یعنی ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے۔ یہ تیرا یکطرفہ اعلان ہے۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس چلا گیا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 205 تا 207 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت کے مطابق اس نے حضرت فاطمہؓ سے بھی بات کی تھی کہ وہ سفارش کر دیں لیکن انہوں نے بھی معذرت کر لی۔

(منتخب سیرت مصطفیٰ ﷺ، از پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز بن ابراہیم العمری، صفحہ 392 دار السلام)

اور یوں ابوسفیان کسی بھی نئے عہد و پیمان یا اتفاق رائے کی کوشش میں ناکام و نامراد واپس لوٹ آیا۔ جب ابوسفیان واپس اپنی قوم میں آیا اور ساری بات انہیں بتائی تو انہوں نے بھی ابوسفیان کو برا بھلا کہا کہ کوئی بھی بھلائی کی بات تم لے کر نہیں آئے۔

(خاتم النبیین ﷺ، جلد 3 صفحہ 1190، از ابو زہرۃ، دار التراث بیروت)

حضرت مصلح موعودؑ نے بھی تاریخی لحاظ سے اس کو بیان فرمایا ہے۔ اس طرح لکھا ہے کہ مکہ والوں نے ”ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو حملے سے باز رکھے۔ ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دینا شروع کیا کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے وقت میں موجود نہ تھا اس لیے نئے سرے سے معاہدہ کیا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ جواب دینے سے راز ظاہر ہو جاتا تھا۔ ابوسفیان نے مایوسی کی حالت میں گھبرا کر مسجد میں کھڑے

ہو کر اعلان کیا اے لوگو! میں مکہ والوں کی طرف سے نئے سرے سے آپ لوگوں کے لیے امن کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ بات سن کر مسلمان اس کی بیوقوفی پر ہنس پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوسفیان! یہ بات تم یکطرفہ کہہ رہے ہو ہم نے کوئی ایسا معاہدہ تم سے نہیں کیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 337)

ہمارے ریسرچ سیل والے اس بارے میں ایک نوٹ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا۔ ان کے نزدیک یہ محل نظر ہے یا بعض لوگوں نے لکھا بھی ہو اس لیے انہوں نے اس نکتہ کو اٹھالیا۔ عام سمجھنے والے کے لیے تو یہ ضروری نہیں ہے لیکن جو لوگ تاریخی معاملات میں گہرائی میں جانا چاہتے ہیں وہ شاید یہ سوال اٹھائیں کہ یہ کہنا کہ میں موجود نہیں تھا محل نظر ہے کیونکہ تاریخ و سیرت کی کچھ کتب میں اس موقع پر یعنی مدینہ آمد پر ابوسفیان کا یہ کہنا موجود ہے کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا لیکن اکثر کتب خاموش ہیں۔ اور مؤرخین کی اکثریت نے ابوسفیان کی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کیا واقعی ابوسفیان موجود نہ تھا۔ واقدی کی کتاب المغازی، سیرت حلبیہ اور چند ایک اور کتب میں یہ بیان ہے کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھا لیکن تاریخ و سیرت کی اکثر کتب میں یہ بیان ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا تھا تا کہ وہ ابوسفیان اور دیگر قریشی سرداروں کو بتائیں کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان اس وقت موجود تھا۔ البتہ یہ قابل غور امر ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر وہ نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے آیا اور نہ ہی معاہدہ کرنے کے لیے خود آیا حالانکہ قریش کا سردار وہ خود تھا اور نہ ہی اس معاہدے پر اس کے دستخط یا گواہی موجود ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ مدینہ میں جو اس نے یہ کہا کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ صلح نامہ کے موقع پر میں موجود نہ تھا یا واقعی میں وہاں موجود نہ تھا اور یہ بھی مدینہ میں آ کر کہا ہو۔ اور اسی بات کو اس نے دہرایا ہو کہ کیونکہ میرے دستخط نہیں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا یہ ریسرچ سیل والوں کا خیال ہے لیکن خود ہی یہ ساری تفصیل جو وہ بیان کر رہے ہیں اس کو، اپنے اس خیال کو رد بھی کر رہے ہیں کہ وہ معاہدہ میں شامل نہیں تھا کیونکہ

معاهدے پر اس کے دستخط باوجود سردار ہونے کے نہیں ہیں۔ یہ لکھ رہے ہیں یہ۔ تو ابوسفیان نے اسی کو جواز بنایا ہو گا۔ اس لیے کسی شک میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ اس نے مدینہ آ کر یہ کہا کہ میں معاہدہ میں شامل نہیں تھا۔ یہ اس نے کہا تو ٹھیک کہا تھا۔ ہاں شامل ہونے اور موجود ہونے کے الفاظ کے بیان میں راوی کی غلطی ہو سکتی ہے لیکن واقعات اس بات کو زیادہ صحیح بتاتے ہیں کہ اس نے اپنے معاہدے کا حصہ نہ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ یہی بات سامنے آتی ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ اس نے یہ کہا اور آپ نے اس کو مانا ہے اور یہی صحیح لگتا ہے کہ وہ معاہدے میں شامل نہیں تھا اور اس کو ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ میں موجود نہیں تھا۔ بہر حال یہ تو ایک تاریخی مسئلہ تھا اس کو میں نے بیان کر دیا۔ اس لیے اس میں کوئی ابہام کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ کوئی ایسا سوال اٹھتا ہے۔ یہ بات بڑی واضح ہے۔

بہر حال

اس مہم پر جانے کی تفصیل کے بارے میں

لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری کے ساتھ سفر کی تیاری کرنا شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں جانا ہو گا۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا سفر کے لیے میرا سامان تیار کر دو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کو تیار کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی غزوے کے لیے جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ شاید رومیوں کی طرف جانے کا ارادہ ہو یا شاید اہل نجد کی طرف جانے کا ارادہ ہو یا شاید قریش کی طرف نکلنے کا ارادہ ہو لیکن ان کے ساتھ تو معاہدے کی میعاد ابھی باقی ہے۔ حضرت عائشہؓ ان کے ہر سوال پر خاموش رہیں اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کہیں نکلنے کا ارادہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ کیا آپ کا بنو اصفریٰ یعنی رومیوں کی طرف جانے کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ کا اہل نجد کی طرف جانے کا ارادہ

ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ شاید آپؐ کا قریش کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپؐ کے اور ان کے درمیان معاہدہ نہیں؟ یعنی صلح حدیبیہ۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں پتہ نہیں چلا کہ انہوں نے بنی کعب یعنی خزاعہ قبیلے کے ساتھ کیا کیا ہے۔

(مغازی سیدنا محمد ﷺ از موسیٰ بن عقبہ، جلد 3 صفحہ 119-121)

اس واقعہ کی مزید وضاحت

کرتے ہوئے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے سفر کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ تو پھر میں بھی تیاری کروں؟ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: قریش کے مقابلے کا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ابو بکر اس بات کو ابھی پوشیدہ ہی رکھنا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا مگر آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے بے خبر رکھا کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات اور ارد گرد کے مسلمانوں کو پیغامات بھجوائے اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینے میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق قبائل عرب مدینہ آنے شروع ہو گئے۔ جو قبائل مدینہ پہنچے ان میں بنو اسلم، بنو غفار، بنو مزینہ، بنو شجع اور بنو جہینہ تھے۔

(السيرة الحلبیة جلد 3 صفحہ 107-108 دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکرؓ کو بلا کر مشورہ کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلا کر مشورہ کیا اور پھر تمام مسلمانوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا۔

(سبل الہدی، جلد 5 صفحہ 208 دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؑ نے یوں لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامان سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میرے لیے ستّو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اسی قسم کی غذاں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کر دانوں سے نکالنی شروع کی۔

دانے صاف کرنے شروع کیے۔ حضرت ابوبکر گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سفر کی تیاری ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری کے لیے کہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامان سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ہم تو سامان تیار کر رہے ہیں۔ کہاں جانا ہے کس لیے جانا ہے؟ ہمیں تو نہیں پتہ۔ دو تین دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو تمہیں پتہ ہے خُزامہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلے کے لیے تیار نہ ہوں۔ بہر حال ہم نے وہاں جانا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کیا آپ اپنی قوم کو ماریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ حضرت عمرؓ کا تو اپنا مزاج تھا انہوں نے کہا: بسم اللہ۔ میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قول صادق عمر کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔ صحیح بات تو عمر نے کی ہے۔ فرمایا کہ تیاری کرو۔ پھر آپ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔

(ماخوذ از سیر روحانی (7) انوار العلوم جلد 24 صفحہ 260 تا 261)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کو پوشیدہ رکھنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے سفر سے پہلے آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک پارٹی کو حضرت ابوقتادہ بن ربیع کی قیادت میں وادی اضم کی طرف، مکہ کی مخالف سمت بھیجتا کہ گمان کرنے والا گمان کرے کہ آپ اس سمت جانے کا عزم کر رہے ہیں اور خبر نہ پھیل سکے۔ اضم مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف نجد

میں ایک وادی ہے۔

(سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد نہم صفحہ 111 دار السلام)

(فرہنگ سیرت صفحہ 45 زوار اکیڈمی کراچی)

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس کچھ آدمی روانہ کر دیے اور ان سب کی ڈیوٹی یہ تھی کہ کوئی بھی اجنبی شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو تو اس کو واپس لوٹا دیا جائے۔ اس سارے کام کی نگرانی کے لیے حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا جو بطور نگران چکر لگاتے رہے۔ یہ ساری تدابیر اختیار کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ خُذْ عَلٰی اَسْمَاعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ فَلَا يَرُوْنَ اِلَّا بَغْتَةً، وَلَا يَسْمَعُوْنَ بِنَا اِلَّا فَجْأَةً۔
اے اللہ! قریش کے کانوں اور ان کی آنکھوں کو روک لے یعنی ان کے جاسوسوں اور مخبروں کو روک لے کہ وہ ہمیں نہ دیکھ سکیں مگر یہ کہ اچانک ہم ان تک جا پہنچیں اور نہ ہی وہ ہمارے متعلق کوئی خبر معلوم کریں سوائے اس کے کہ اچانک انہیں ہماری خبر پہنچے۔

(سیرت النبی ﷺ از ڈاکٹر صلابی، مترجم، جلد 3 صفحہ 384-385)

(دائرہ معارف جلد 9 صفحہ 72 بزم اقبال لاہور)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور دعا بھی ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ خُذِ الْعِيُونَ
وَالْاَخْبَارَ عَنْ قُرَيْشٍ حَتّٰى نَبْغَتْهَا فِيْ بِلَادِهَا۔ اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو اور ان کے مخبروں کو روک رکھ یہاں تک کہ ہم لوگوں کو ان کے علاقوں میں اچانک پالیں۔
(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 155 دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد آپ نے سفر شروع فرمایا۔ یہ مزید تفصیل ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی چلے گی۔
اس وقت دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی میں کہنا چاہتا ہوں۔ اکثر کہتا ہوں دعائیں کرتے رہیں۔

جنگ کے پھیلنے کے امکانات بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی تباہ کاری سے ہمیں محفوظ رکھے

کیونکہ اب تو ایران پر اسرائیل نے حملہ کر دیا ہے اور یہ جنگ کی حالت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

اسرائیل کی حکومت کے یہ لوگ تو اب یہی چاہیں گے کہ ایک ایک کر کے تمام مسلمان ممالک کو نقصان پہنچائیں لیکن مسلمان ملک سوئے ہوئے ہیں۔
اور اپنی ترقی اور اپنی دوسری ترجیحات جو ہیں انہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آرہی ہے کہ کیا ہونا ہے۔

مسلمانوں کے نہ تو عمل رہے ہیں نہ ان کی دعا کی طرف توجہ ہے اور ایسی حالت میں پھر جو نقصان پہنچے گا اس کا یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور یہ اس طرف توجہ کریں اور اپنی اکائی قائم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نہیں کہ فلاں فرقہ ہے، فلاں فرقہ ہے تو ہم اس کی مدد نہیں کر رہے۔ سب ملک خطرے میں ہیں کیونکہ **اَلْكَفَرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ** ہو چکا ہے، کفار سب ایک ملتِ واحدہ بن گئے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اُمتِ واحدہ بننا پڑے گا تبھی ان کی بچت ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر معصوم کو، ہر مظلوم کو بڑے نقصان سے بچائے۔ اور ہمیں دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔



(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴ جولائی ۲۰۲۵ء، صفحہ ۲ تا ۷)